تبلیغی جماعت اور اس کا فیض اکابر کی نظر میں

مولوی فصیح الرحمٰن،
متعلم تخصص فقہِ اسلامی، جامعہ بنوری ٹاؤن

حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ کے والد حضرت مولانا محمد اسماعیل کاندھلویؒ دہلی کے قریب حضرت نظام الدین اولیاءؒ کے مرقد کے قریب ایک عمارت میں رہا کرتے تھے، متصل ہی چھوٹی سی مسجد تھی جس کو بنگلہ والی مسجد کہا جاتا تھا، آپ کا قدیم آبائی علاقہ جھنجھانہ ضلع مظفر نگر تھا۔ پہلی اہلیہ کے انتقال کے بعد آپ نے مولانا مظفر حسین کاندھلویؒ کی نواسی سے عقد ثانی کرلیا تھا، اس وجہ سے کاندھلہ بھی وطن کی طرح ہوگیا تھا۔

حضرت مولانا محمد الیاسؒ کی ولادت ۱۳۰۳ھ میں ہوئی، آپ کا بچپن اپنے ننہیال کاندھلہ اور اپنے والد صاحب کے پاس نظام الدین میں گزرا۔

خاندان کے دوسرے بچوں کی طرح مکتب کی ابتدائی تعلیم حاصل کی اور قرآن کریم حفظ کرلیا، ۱۳۱۴ھ میں آپ اپنے بڑے بھائی حضرت مولانا محمد یحییٰؒ کے پاس گنگوہ آگئے جو حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی خدمت میں گنگوہ میں مقیم تھے اور بڑے بھائی سے پڑھنا شروع کیا اور حضرت گنگوہیؒ کی صحبت ومجالس کی دولت شب وروز حاصل رہی۔ ۱۳۲۳ھ میں حضرت گنگوہیؒ دنیا سے رحلت فرماگئے اور اسی طرح حضرت مولانا محمد الیاسؒ کا تقریباً آٹھ برس کا عرصہ حضرت گنگوہیؒ کی صحبت میں گزرا، حضرت گنگوہیؒ بچوں اور طالب علموں کو بیعت نہیں کرتے تھے، لیکن آپ کو بیعت کرلیا تھا۔

۱۳۲۶ھ میں حدیث کی تکمیل کے لئے شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسنؒ کے درس میں شرکت کے لئے دیوبند تشریف لے گئے، ترمذی اور بخاری شریف کی سماعت کی، حضرت شیخ الہندؒ کے مشورہ اور اجازت پر حضرت مولانا خلیل احمد سہارن پوریؒ سے تعلق قائم کیا اور ان کی نگرانی میں منازل سلوک طے کئے۔

۱۳۲۸ھ میں مظاہر العلوم سہارن پور میں تدریس شروع کی، لیکن ۳۴ھ میں بڑے بھائی

حضرت مولانا محمد یحییٰؒ اور دو سال بعد دوسرے بڑے بھائی حضرت مولانا محمدؒ جو نظام الدین میں بنگلہ والی مسجد میں قائم مدرسہ کے ذمہ دار تھے، کے انتقال کے بعد حضرت سہارن پوریؒ کی اجازت اور مشورہ سے نظام الدین بنگلہ والی مسجد میں قائم مدرسہ میں منتقل ہوگئے اور یہاں تدریس کی ذمہ داری سنبھال لی، اس مدرسہ میں زیادہ تر میوات کے بچے پڑھتے تھے۔

نظام الدین مدرسہ کی ابتداء کی تاریخ:

اس مدرسہ کی ابتداء کی تاریخ یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت مولانا محمد اسماعیلؒ تلاش وفکر میں نکلے کہ کوئی مسلمان آتا جاتا نظر آئے تو اس کو مسجد میں لے آئیں اور اس کے ساتھ جماعت سے نماز پڑھ لیں، چند مسلمان نظر آئے، ان سے پوچھا: کہاں جاتے ہو؟ انہوں نے کہا: مزدوری کے لئے، کہا: کیا مزدوری ملے گی؟ انہوں نے مزدوری بتائی، فرمایا: اگر اتنی مزدوری یہیں مل جائے تو پھر جانے کی کیا ضرورت ہے؟ انہوں نے منظور کرلیا، آپ ان کو مسجد لے آئے اور نماز سکھانا اور قرآن پڑھانا شروع کیا، یومیہ مزدوری ان کو دے دیتے اور پڑھنے اور سیکھنے میں مشغول رکھتے، اس کے بعد نماز کی عادت پڑگئی اور یومیہ مزدوری چھوٹ گئی، یہ نظام الدین مدرسہ کی بنیاد اور ابتداء تھی، اس کے بعد دس، بارہ میواتی طالب علم برابر مدرسہ میں رہے۔

میوات میں تعلیم واصلاح کی ابتداء:

میوات دہلی کے جنوب کا ایک علاقہ ہے، مسلمان ہونے کے باوجود یہاں باشندوں کی دینی حالت یہ تھی، جس کے جاننے کے لئے مولانا سرفراز خان صفدرؒ کا یہ جملہ کافی ہے: ''وہ جماعت جس کی بنیاد حضرت مولانا محمد الیاسؒ نے رکھی تھی اس دور میں اور اس علاقہ میں جس کو اگر میں نبی کریم ﷺ کے بعثت کے زمانہ سے پہلے کے ساتھ تشبیہ دے دوں تو بے جا نہ ہوگا''۔ نظام الدین میں منتقلی کے بعد مولانا محمد الیاسؒ کو ان کی دینی حالت کی اصلاح کی فکر لاحق ہوئی، مولاناؒ کے والد اور ان کے بھائیوں نے ان کی دینی اصلاح کا یہ طریقہ اختیار کیا تھا کہ ان کے بچوں کو نظام الدین کے مدرسہ میں تعلیم دے کر میوات میں اصلاح وارشاد کے لئے بھیج دیتے تھے، لیکن مولاناؒ نے ایک قدم آگے بڑھانا چاہا کہ خود میوات کے اندر دینی مکاتب ومدارس قائم کئے جائیں، چنانچہ لوگوں کی بڑی جدوجہد سے وہاں ایک مکتب قائم ہوا اور پھر رفتہ رفتہ یہ سلسلہ بڑھتا گیا اور سو سے زائد مکاتب قائم ہوئے، ان کے اخراجات کی ذمہ داری مولاناؒ نے اپنے اوپر رکھی تھی۔

میوات میں طلب دین کی عمومی تحریک:

مولاناؒ لوگوں میں عمومی جہالت کو دیکھ کر صرف ان مکاتب کے وجود سے مطمئن نہ ہوئے،

کیونکہ ساری قوم کو ان مکاتب اور مدارس کے ذریعہ دین کی ضروری تعلیم اور تربیت نہیں دی جاسکتی تھی اور نہ ہی سب اپنے مشاغل زندگی اور وسائل معاش چھوڑ کر ان مدارس کے طالب علم بن سکتے تھے، اس وجہ سے مولاناؒ کو عمومی اصلاح کے لئے عمومی تحریک کی فکر لاحق ہوئی۔

سن ۱۳۴۴ھ میں آپ اپنے شیخ مولانا خلیل احمد سہارن پوریؒ کے ہمراہ سفر حج پر گئے اور مشاعر حج اور حرمین شریفین کے مقدس مقامات پر نہایت عجز وانکسار کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگتے رہے کہ اے اللہ! میرے لئے عام مسلمانوں میں دعوت کا راستہ کھول دے، اللہ تعالیٰ نے دعا قبول کی اور اس کام کے لئے ان کا سینہ کھول دیا۔

تبلیغی جماعت کی ابتداء:

حج سے واپسی پر مولاناؒ نے تبلیغی جماعت کی ابتداء اس طرح کی کہ میوات میں جاکر دینی اجتماعات منعقد کئے اور لوگوں سے جماعتوں کا مطالبہ کیا، چنانچہ جماعتیں تیار ہوئیں اور مختلف علاقوں میں دین کی بنیادی چیز کلمہ اور نماز کی دعوت دینے لگیں اور اس محنت میں نئے لوگوں کو اپنے ساتھ جوڑتی رہیں، عرصے تک میوات میں اس طرز پر کام چلتا رہا، رفتہ رفتہ میوات کی فضا بدلنے لگی اور دین پر عمل اور اس کے لئے قربانی دینے کے اعتبار سے ان میں پختگی آگئی اور وہ اس کام کے لئے دوسرے مقامات میں بھی وقت دینے کے لئے تیار ہوگئے، چنانچہ انہوں نے دوسرے شہروں کاندھلہ، رائے پور، مظفرنگر، سہارن پور اور دہلی وغیرہ کی طرف رخ کر کے یہاں بھی اجتماعات منعقد کئے اور ہر طبقہ میں دین کی دعوت ان اجتماعات کو اکابر اہل علم حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ، حضرت مولانا خلیل احمد سہارن پوریؒ، حضرت مولانا مفتی کفایت اللہؒ، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ اور دوسرے بڑے حضرات کی سرپرستی حاصل رہی۔

ان دوسرے شہروں میں محنت کے نتیجے میں مختلف طبقوں کے لوگ دین سے وابستہ ہوگئے، خصوصاً دہلی کے تاجروں نے دین داری میں بہت ترقی کی اور ان کی زندگی، معاشرت اور اخلاق میں محسوس تغیر ظاہر ہونے لگا، حتی کہ بعض وہ تجار جو داڑھی رکھنے والے شخص کو اپنی دکان میں ملازم رکھنا پسند نہیں کرتے تھے اور نمازی آدمی کی ملازمت کو اپنے کاروبار میں حرج سمجھتے تھے، انہوں نے خود داڑھیاں رکھیں اور عین کاروباری مشغولیت کے وقت دکان کو چھوڑ کر نماز اور تبلیغی جماعت کے اعمال میں شریک ہونے لگے۔

باہر دنیا میں اس کام کا فیض:

جو تاجر حضرات دین سے وابستہ ہوگئے تھے، وہ جب دوسرے ممالک میں تجارت کی غرض

سے جاتے تو وہاں بھی وہ اپنا مشن جاری رکھتے اور لوگوں کو اس کام سے متعارف کراتے، اسی طرح مولاناؒ سفرحرمین میں دوسرے ممالک سے آئے ہوئے مسلمانوں کو اس عمومی دعوت کے طریقہ کار اور اس کے اچھے نتائج سے متعارف کراکے اس کام کو ان کے ممالک میں شروع کرنے کی ترغیب دیتے، جس کے نتیجے میں رفتہ رفتہ باہردنیا میں اس محنت کا فیض پہنچ گیا اور وہاں سے ہندوستان میں جماعتیں آنا شروع ہوگئیں اور مولاناؒ کی زندگی میں ہندوستان سے باہر دوسرے ممالک میں بھی دعوت دی گئی۔ بالآخر ۱۹۴۴ء میں مولاناؒ کی طبیعت خراب ہونے لگی اور ۱۲رجولائی ۱۹۴۴ء کو انتقال فرماگئے۔

انتقال سے پہلے مولاناؒ نے اپنے بعد اس کام کی سرپرستی کے لئے چند علماء کے نام دیئے تھے، جن میں مولانا یوسفؒ (مولانا کے صاحبزادے) کا نام بھی تھا، انتقال سے پہلے ہی علماء کے مشورہ سے مولانا یوسفؒ کا نام طے ہوا۔ ان کے بعد حضرت مولانا انعام الحسن کاندھلویؒ جماعت کے امیر مقرر ہوئے، اس طرح ہر دور میں یہ کام علماء کی زیرسرپرستی اور ان کی راہنمائی میں چلتا رہا اور ان کی تائیدو اعتماد اس کام کو حاصل رہا، دین کی طرف کوئی بھی منسوب کام کی کامیابی اور اس کے اچھے نتائج وثمرات ظاہر ہونے کا راز اکابر اہل علم کی تائیدو اعتماد ہے۔

یہی وجہ ہے کہ تبلیغی جماعت جس کی ابتداء میوات جو دینی حالت کے اعتبار سے ایک پسماندہ علاقہ تھا، میں ہوئی تھی، آج پوری دنیا میں اس کا فیض پھیل گیا ہے۔

۱......حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ:

حضرت مولاناؒ ''بصائر وعبر'' عنوان کے تحت تحریر فرماتے ہیں:

''کہنا یہ تھا کہ دعوت وارشاد میں امت مقصر رہی ہے، آج جو نقشہ اسلام اور مسلمانوں کا ہے، اسی تقصیر کا نتیجہ ہے۔ حق تعالیٰ کی ہزار رحمتیں ہوں حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ کی روح پر جنہوں نے مسلمانوں کو بھولا سبق یاد دلایا اور اس سبق یاد دلانے میں ہی فنا ہوگئے، اگر کوئی فنا فی اللہ، فنا فی الرسول اور فنا فی الشیخ کے مظاہر کو سمجھنا چاہتا ہے تو حضرت مرحوم کو دیکھ لے کہ کس طرح فنا فی التبلیغ ہوگئے تھے، اُٹھتے بیٹھتے، سوتے جاگتے بس یہی فکر دامن گیر تھی، تمام زندگی اور تمام افکار وانفاس بس اسی مقصد کے لئے وقف تھے، حق تعالیٰ نے ان کی جاں فشانی وقربانی، ایثار واخلاص اور جدوجہد کو قبول فرمایا اور چار دانگ عالم میں اس کے ثمرات واثرات پھیل گئے۔

شاید روئے زمین کا کوئی ایسا خطہ باقی نہ رہا ہوگا جہاں ان کی جماعت کے قدم نہ پہنچے ہوں، ماسکو، فن لینڈ واسپین سے لے کر چین وجاپان تک ان قافلوں کی دعوت انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے طریق دعوت سے مشابہت رکھتی ہے، اس کا انتظار نہیں کرتے کہ لوگ خود آئیں گے اور دین سیکھیں گے، بلکہ گلی کوچوں اور بازاروں میں چل پھر کر اور گھر گھر لوگوں کے پہنچ جاکر دعوت دی

جاتی ہے، اور زبان سے، حسن اخلاق سے اور اپنے طرز عمل سے دعوت دی جاتی ہے، سر سے پیر تک اسلامی مجسمہ بن کر اسلام کا عملی نمونہ پیش کیا جاتا ہے، اس لئے اس کا اثر یقینی ہوتا ہے۔

آگے چل کر حضرتؒ تحریر فرماتے ہیں:

لندن سے برادر محترم مولانا مفتی عبد الباقی صاحب کا ایک مکتوب گرامی آیا تھا جس میں بین الاقوامی اجتماع (لندن) کا ایک منظر پیش کیا گیا ہے اور جو کچھ عرض کیا گیا اس سے اس کی تائید ہوتی ہے، نامناسب نہ ہوگا، اگر اس کا اقتباس پیش کردوں، وہ لکھتے ہیں:

''۱...... بین الاقوامی تبلیغی اجتماع ختم ہو چکا، تثلیث کے اس ملک میں توحید کی آواز عجیب منظر پیش کر رہی تھی، ایسا معلوم ہو رہا تھا گویا قرون اولیٰ کے بچے بچائے لوگ (جن کی زندگیوں میں اسلام کی جھلک نظر آرہی تھی) جمع ہوئے ہیں، ان میں لمبی لمبی داڑھیوں والے، لمبے لمبے کرتوں والے، پاجاموں والے، شلواروں والے، بڑی بڑی پگڑیوں والے جنہیں دیکھ کر ''گورے لوگ'' محو حیرت بھی تھے اور محو تماشا بھی، جب ہندوستان کا وفد لندن کے ہوائی اڈے ''ہیتھرو'' بلڈنگ نمبر:۳ پر تشریف لایا تو قانونی کارروائی سے فراغت کے بعد سب سے پہلے امیر التبلیغ حضرت مولانا سید انعام الحسنؒ باہر تشریف لائے، نہ زندہ باد یا مردہ باد کے نعرے، نہ ہنگامہ، نہ شور وشر، کچھ بھی نہیں تھا، بلکہ انتہائی وقار اور خاموشی کے ساتھ، لبوں پر تبسم، چہروں پر طلاقت، اطمینان اور سکون کی فضا میں معانقے ہوئے، مصافحے ہوئے اور پھر دعا شروع ہوئی، جس میں آہیں سسکیاں اور پھر آخر میں دھاڑیں مار کر رونے کی آوازیں بلند ہوئیں، تثلیث کے پرستار نیم عریاں لباس میں کیمرے تان کر کھڑے ہو کر تماشا دکھا رہے تھے، ان کو فوٹو اتارنے سے منع کیا گیا، تاہم چپکے چپکے سے وہ کیمروں کو ہلاتے رہے، سر تا پا حیرت کے مجسمے بنے ہوئے تھے، چونکہ لندن ائیر پورٹ ''ہیتھرو'' پر ایک منٹ میں جہاز اترتا ہے اور قریباً دوسرے میں اڑتا ہے، اس لئے مسافروں کا تانتا بندھا رہتا ہے، مسافر آتے جاتے تھوڑی دیر کے لئے ضرور رکتے، اس لئے کہ منظر ہی ایسا تھا کہ ہر ایک کو دعوت نظارہ دے رہا تھا۔

۲...... یہ مجمع مرکز تبلیغ لندن گیا اور پھر دوسرے دن اجتماع گاہ شیفیلڈ میں پہنچا، تین دن شیفیلڈ میں بڑی رونق رہی، خاص طور پر خیموں میں اور خیموں سے باہر میدان میں نمازوں کے لئے صفیں درست ہو جاتی تھیں تو اس منظر کو دیکھنے کے لئے محل اجتماع سے باہر فٹ پاتھوں پر انگریز مرد اور انگریز عورتیں کافی تعداد میں کھڑے ہو کر تماشا کرنے لگتے، یہ روح پرور منظر ان پر بڑا اثر انداز ہوتا تھا۔

اجتماع میں قریباً اڑتیس ملکوں کے وفود شامل ہوئے جو آسٹریلیا کے علاوہ باقی چار براعظموں کے مختلف بولی بولنے والے، مختلف نسل ورنگ کے لوگ تھے، کینیڈا، امریکہ، افریقہ، ایشیا، یورپ اور عرب وعجم اسلام کے عالمگیر دین ہونے کا نقشہ نظر آرہا تھا''۔ (بصائر وعبر:۱/۵۰۶-۹)

۲......حضرت مولانا سرفراز خان صفدرؒ:

حضرت مولاناؒ سے ایک سائل نے ''تبلیغی جماعت'' کے بارے میں ان کی رائے معلوم کرنا چاہی، اس کے جواب میں مولاناؒ نے ''تبلیغی جماعت'' کے بارے میں جن جذبات کا اظہار فرمایا ہے، اس کا اقتباس پیش کیا جاتا ہے۔

''آپ نے ''تبلیغی جماعت'' کے متعلق پوچھا ہے، اس کے بارے میں عرض ہے کہ میں چند باتیں آپ سے عرض کردوں گا، آپ نتیجہ خود مرتب فرمالیں، وہ جماعت جس کی بنیاد حضرت مولانا محمد الیاسؒ نے رکھی، اس دور میں اور اس علاقہ میں کہ جس کو اگر میں نبی کریم ﷺ کے بعثت کے زمانہ کے پہلے کے ساتھ تشبیہ دے دوں تو بے جا نہ ہوگا۔

پھر مولاناؒ کی انتھک محنتوں کا ثمرہ آپ کے سامنے ہے کہ وہ لوگ جن کے بارے میں عقل سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ وہ دین کی طرف آئیں گے، وہ راہ ہدایت کی طرف مائل ہوئے اور آج کل کے گئے گزرے دور میں ان کی ولایت میں شک کرنا محال ہے، جیسا کہ اس کی نظیریں ہمارے سامنے سینکڑوں نہیں، بلکہ ہزاروں کی تعداد میں موجود ہیں۔ شرابی، زانی، ڈاکو، چور، بدمعاش غرضیکہ معاشرے کے بدترین افراد کہ جن کا معاشرہ میں سوسائٹی کے گرے ہوئے طبقہ میں شمار ہوتا ہے، ان کی کی زندگیوں میں انقلاب آیا اور پھر وہ ایسا انقلاب نہیں کہ اس سے توبہ کرکے وہ کسی ذاتی مشغلہ میں مشغول ہوگئے، بلکہ صحیح انقلاب جس کا نام ہے کہ اتباع سنت کا پورا پورا نمونہ بن گئے، اپنی پوری پوری زندگیاں اس کے راستے میں ان لوگوں نے وقف کردی ہیں، جس میں ان کا کوئی ذاتی مفاد نہیں ہے، بلکہ اس میں سراسر معاشرہ کی بھلائی ہی کا سوچتے ہیں اور ان کے دل میں ایک تڑپ ہے کہ کسی طرح معاشرہ درست ہوجائے اور خلافت راشدہ جیسے آثار نمودار ہونے لگ جائیں۔ اور یہ اخلاص ہی کا ثمرہ ہے، کیونکہ اس میں ان کا کوئی ذاتی مفاد نہیں، جہاں کہیں بھی جائیں، سروں پر خانہ بدوشوں کی طرح بستر اٹھائے جارہے ہیں، نہ سردی کی پرواہ اور نہ ہی گرمی کی، راستے میں جو بھی تکالیف در پیش ہوں ان کو خندہ پیشانی سے قبول کرتے ہوئے اپنے میں مگن ہیں، کسی سے پائی پیسہ تک نہیں مانگنا، حتی کہ اگر کسی جگہ کے مقامی رات گزارنے کی اجازت نہ دیں تب بھی کوئی پرواہ نہیں، بس اپنا مشن جاری ہے، وہ یہ کہ معاشرہ درست ہوجائے اور حقیقت میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے مصداق یہی لوگ ہیں''۔ (فتاویٰ بینات، کتاب العلم: ۲/۱۲۵، ۱۲۶)

۳......حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ:

ایک صاحب جو دس سال تک تبلیغی جماعت کے ساتھ منسلک رہا تھا، پھر اس کا دل ہٹ گیا،

اس نے اس جماعت کے بارے میں چھ شبہات واشکالات حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ کی خدمت میں پیش کئے تھے، مولاناؒ نے اس کا جواب دیا ہے، اس کا اقتباس قارئین کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے، جس سے حضرتؒ کے تبلیغی جماعت کے بارے میں جذبات کا اظہار ہوجائے گا، مولاناؒ تحریر فرماتے ہیں:

''آپ کا یہ ارشاد کہ تبلیغ والے کسی سوال کا جواب دینے کے بجائے ہاتھا پائی یا گالی گلوچ پر اتر آتے ہیں، ممکن ہے آپ کو ایسے لوگوں سے سابقہ پڑا ہو، لیکن اس ناکارہ کو قریباً چالیس برس سے اکابر تبلیغ کو دیکھنے اور ان کے پاس بیٹھنے اور ان کی باتیں سننے کا موقع مل رہا ہے، میرے سامنے تو کوئی ایسا واقعہ پیش نہیں آیا۔ اور آپ کا یہ ارشاد کہ تبلیغ والے چھ نمبروں سے نکلتے نہیں اور دین کی دوسری مہمات کی طرف توجہ نہیں دیتے، یہ بھی کم از کم میرے مشاہدے کے تو خلاف ہے، ہزاروں مثالیں تو میرے سامنے ہیں کہ تبلیغ میں لگنے سے پہلے وہ بالکل آزاد تھے اور تبلیغ میں لگنے کے بعد انہوں نے نہ صرف خود قرآن کریم پڑھا، بلکہ اپنی اولاد کو بھی قرآن مجید حفظ کرایا اور انگریزی پڑھانے کے بجائے انہیں دینی تعلیم میں لگایا، دینی مدارس قائم کئے، مسجدیں آباد کیں، حلال وحرام اور جائز وناجائز کی ان کے دل میں فکر بیدار ہوئی اور وہ ہر چھوٹی بڑی بات میں دینی مسائل دریافت کرنے لگے۔ بہت ممکن ہے کہ بعض کچے قسم کے لوگوں سے کوتاہیاں ہوتی ہوں، لیکن اسکی ذمہ داری تبلیغ پر ڈال دینا ایسا ہی ہوگا کہ مسلمانوں کی بدعملیوں کی ذمہ داری اسلام پر ڈال کر نعوذ باللہ اسلام ہی کو بدنام کیا جانے لگے، جس طرح ایک مسلمان کی بدعملی یا کوتاہی اسلام پر صحیح عمل نہ کرنے کی وجہ سے ہے، نہ کہ نعوذ باللہ اسلام کی وجہ سے، اسی طرح کسی تبلیغ والے کی کوتاہی یا بدعملی بھی تبلیغ کے کام کو پوری طرح ہضم نہ کرنے کی وجہ سے ہوسکتی ہے، نہ کہ خود تبلیغی کام کی وجہ سے اور لائق ملامت اگر ہے تو وہ فرد ہے، نہ کہ تبلیغ۔ آپ نے لکھا ہے کہ آپ تقریباً دس سال تک تبلیغ سے منسلک رہے ہیں، مگر اب آپ کا دل اس سے ہٹ گیا ہے، یہ تو معلوم نہیں کہ دس سال تک آپ نے تبلیغ میں کتنا وقت لگایا، تاہم دل ہٹ جانے کی ایک وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ تبلیغ جیسے اونچے کام کے لئے اصولوں اور آداب کی رعایت کی ضرورت ہے، وہ آپ سے نہیں ہوسکی، اس صورت میں آپ کو اپنی کوتاہی پر توبہ واستغفار کرنا چاہئے اور یہ دعا بہت ہی الحاح وزاری کے ساتھ پڑھنی چاہئے۔ ''اللّٰھم انی اعوذبک عن الحور بعد الکور''۔ ''ربنا لاتزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوھاب''۔ (فتاویٰ بینات، کتاب العلم: ۲/۱۲۱،۱۲۲)

۴...... شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب دامت برکاتہم:

حضرت شیخ الحدیث صاحب نے فیجی آئی لینڈ کے شہر نادی (نینڈی) کے تبلیغی مرکز میں بروز

جمعرات ۱۲ر ستمبر ۲۰۰۶ء کو بیان فرمایا تھا، اس بیان کا ایک اقتباس پیش کیا جاتا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں:

''جن علماء نے یہ کام شروع کیا، وہ علماء اپنے زمانے کے تمام اکابر کے نزدیک معتبر تھے، ان کا علم بھی معتبر تھا، ان کا تقویٰ بھی معتبر تھا اور ان کا طریقۂ کار بھی معتبر تھا، یہ ساری کی ساری باتیں ٹھیک تھیں تو پھر ہم کیسے کہہ دیں گے کہ تبلیغ غلط ہے، نہیں! کئی لوگ کہتے ہیں اور اس طرح کہنے والوں کی کوئی کمی نہیں ہے، میں اپنا نقطۂ نظر بتا رہا ہوں، میں تبلیغ کے کام کو بے حد مفید سمجھتا ہوں، تبلیغ کے کام کی وجہ سے لوگوں کی زندگی میں جو انقلاب آیا ہے اور عالمی انقلاب، ہندوستان میں صرف نہیں آیا، پاکستان میں صرف نہیں آیا، یورپ میں صرف نہیں آیا، امریکا میں نہیں آیا، آپ کے آسٹریلیا میں صرف نہیں آیا، ہر جگہ آیا، اتنے بڑے کام کو آنکھیں بند کر کے یہ کہہ دینا کہ غلط ہے، یہ صحیح نہیں، ٹھیک ہے کوتاہیاں ہوتی ہیں، ہمارے مدرسے ہوتے ہیں، ان مدرسوں کے اندر بھی کئی کوتاہیاں ہوتی ہیں، کئی کوتاہیاں ہوتی ہیں تو اس کا یہ مطلب تو نہیں ہے کہ مدرسہ غلط ہے، اگر کوئی مبلغ آپ کے محلے میں رہتا ہے اور اس کی حرکتیں کچھ ایسی ہیں جو شایانِ شان نہیں ہیں تو یہ اس کی شخصی غلطی ہے، یہ تبلیغ کی غلطی نہیں ہے، تبلیغ نے اس کو یہ درس نہیں دیا'' (ماہنامہ الفاروق ربیع الثانی: ۱۴۲۸ھ ص: ۵)

۵...... حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم:

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم جزائر فیجی کے سفرنامہ میں وہاں کے مسلمانوں کے دینی حالات پر تبصرہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''ابتداء میں جو مسلمان یہاں آئے تھے وہ نماز، روزے اور دوسرے شعائرِ اسلام کے فی الجملہ پابند تھے، انہوں نے یہاں مسجدیں بھی تعمیر کیں، لیکن چونکہ نئی نسلوں کی تعلیم وتربیت کا کوئی انتظام نہ تھا، اور ہندوؤں، عیسائیوں اور سکھوں کے ساتھ میل جول کثرت سے تھا، اس لئے رفتہ رفتہ دین پر عمل کے آثار ماند پڑتے چلے گئے۔ بالآخر اللہ تعالیٰ نے تبلیغی جماعت کو یہاں دین کے احیاء کا ذریعہ بنایا، پہلی بار زمبیا سے ایک جماعت (غالباً ۱۹۶۷ء میں) یہاں آئی اور اس نے لوگوں میں دین کی طرف لوٹنے کا جذبہ پیدا کیا اور لوگ اپنے دینی فرائض سے آگاہ ہوئے، مزید مسجدوں کی بنیاد رکھی گئی، مسجدوں میں بچوں کی ابتدائی تعلیم کے لئے مکتب قائم ہوئے، یہاں تک کہ اب بفضلہ تعالیٰ ملک کے طول وعرض میں دینی سرگرمیاں اہتمام کے ساتھ جاری ہیں''۔ (سفر در سفر ص: ۲۰)

حضرت دامت برکاتہم 'البانیہ کے سفرنامہ میں تبلیغی جماعت کے کام کو سراہتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''ترانا (Tirana) اس وقت البانیہ کا دارالحکومت ہے، یہاں ایئرپورٹ پر اترتے ہی

ہم شہر کے ایک مضافاتی محلے لیکناس (Lacnas) میں مسجد الباقر پہنچے، جہاں نماز عشاء ادا کی۔ یہ مسجد شہر میں تبلیغی جماعت کا مرکز ہے، دنیا میں جہاں کہیں جانا ہوتا ہے، ماشاء اللہ! تبلیغی جماعت کا کام ممتاز نظر آتا ہے اور اس کے فوائد واضح طور پر محسوس ہوتے ہیں، الحمد للہ! البانیہ میں بھی تبلیغی جماعت کا کام ہو رہا ہے''۔ (سفر در سفر ص:۱۵۴)

لاطینی امریکہ کے سفرنامہ میں حضرت مدظلہم نے ایک مسلمان جس کی زندگی میں تبلیغی جماعت کی برکت سے انقلاب آیا تھا، کا قابل رشک واقعہ تحریر فرمایا ہے:

تبلیغی جماعت کے کام نے جن زندگیوں میں انقلاب پیدا کیا، ان کی ایک قابل رشک مثال ہمارے سامنے اس وقت آئی، جب علی الصیفی صاحب کے ماموں زاد بھائی صہیب صاحب سے ہماری ملاقات کرائی گئی یہ نوجوان ''جماعت'' کے کام میں بہت سرگرم ہیں اور علی صاحب نے بتایا کہ ان کے والد مصطفیٰ احمد العرہ لبنان کے ان مالدار لوگوں میں سے تھے جو برازیل میں آکر دین و مذہب سے بالکل بے تعلق ہوگئے تھے اور مغربی تہذیب کے تمام برے لوازم ان کی زندگی میں موجود تھے، یہاں تک کہ وہ اپنی ان بری عادتوں کی وجہ سے مسلمانوں میں اچھی نظر سے نہیں دیکھے جاتے تھے، ان کے والد نے ان کی اصلاح کے لئے سختی اور نرمی کا ہر طریقہ آزمایا، مگر ان کے اطوار میں کوئی تبدیلی نہیں آئی، یہاں تک کہ ۱۹۷۱ء کے قریب برطانیہ سے ایک تبلیغی جماعت آئی، اور اس کے امیر نے کسی جگہ بیان کیا تو اس وقت اتفاق سے یہ صاحب بھی وہاں موجود تھے، بیان کرنے والے صاحب کی شکل وصورت دیکھ کر انہوں نے دل میں خیال کیا کہ شاید یہ کسی مسجد یا مدرسے کے لئے چندہ کریں گے، اس لئے ان کے دل میں ان کے لئے اچھے جذبات نہیں پیدا ہوئے، لیکن جب انہوں نے بیان کرنا شروع کیا تو نہ جانے کس دردمندی کے ساتھ انہوں نے کہا کہ ہمیں آپ سے کوئی پیسہ نہیں چاہئے، ہم اپنا پیسہ خرچ کرکے یہاں اس لئے آئے ہیں کہ آپ کو اس دین کے حصول کی دعوت دیں جو حضور نبی کریم ﷺ لے کر تشریف لائے تھے تو انہیں اپنے خیال پر ندامت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کو مصطفیٰ العرہ صاحب کی زندگی بدلنی تھی، اس کے بعد انہوں نے پورا بیان سنا اور انہی کے کہنے پر مصطفیٰ العرہ صاحب ۱۹۷۲ء میں پاکستان گئے اور جب لوٹے تو وہ ایک بالکل مختلف انسان تھے، جن لوگوں نے ان کی پہلی زندگی دیکھی تھی وہ انہیں نئے روپ میں پہچان نہیں سکتے تھے۔ پاکستان سے واپس آکر انہوں نے پوری زندگی تبلیغی جماعت کے کام کو برازیل میں فروغ دینے کے لئے وقف کردی، اور مرتے دم تک اس خدمت میں مشغول رہے۔ ملک بھر میں جماعت کا کام جس طرح پھیلا، اس میں ان کا کردار مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔ (سفر در سفر ص:۲۳۹)

۶......حضرت مولانا شمس الرحمٰن عباسی صاحب دامت برکاتہم :

۱۵/مارچ بروز جمعرات ۲۰۱۲ء کو استاذ محترم حضرت مولانا محمد عادل صاحب کے ہمراہ حضرت مولانا شمس الرحمٰن عباسی صاحب کے ہاں حاضر ہوئے۔ حضرت خود ہی باہر تشریف لائے اور ہمیں اپنے مہمان خانہ میں بٹھایا۔ استاد محترم نے درخواست کی کہ ساتھیوں سے کچھ بات ہو جائے، حضرت نے تواضعاً منع فرمایا، پھر کہنے لگے: مجھے تو بات کرنی نہیں آتی، لیکن اپنی ابتدائی زندگی کا قصہ سناؤں کہ کس طرح میرا پہلی مرتبہ تبلیغی جماعت میں وقت لگا اور اسکے بعد کیا واقعات پیش آئے اور اس قصہ سے مقصود تبلیغی محنت اور اس کام کی حقیقت بتانا ہے۔

فرمانے لگے کہ ابتداء میں میں صرف شب جمعہ کے لئے مکی مسجد جایا کرتا تھا، جہاں مختصر سا مجمع ہوتا تھا، یہ ۱۹۷۶ء کی بات ہے اور اس وقت تک ہماری مسجد (غفوریہ مسجد) میں تبلیغ کا کام شروع نہیں ہوا تھا، حضرات کو بڑی فکر تھی کہ کسی طرح اس مسجد میں کام شروع ہو جائے، چنانچہ سہ روزہ کی جماعت ہماری مسجد میں تشریف لائی، جس میں بھائی امین صاحب (سابقہ امیر تبلیغی جماعت کراچی) بھی تھے، دو دن تک بیانات ہوتے رہے، لیکن مسجد سے کوئی بھی وقت لگانے کے لئے تیار نہیں ہوا، تیسرے دن بھائی امین صاحب کا بیان ہوا، بیان کے بعد مطالبہ شروع ہوا، لیکن کوئی تیار نہیں ہوا، آخر میں، میں نے نام لکھوایا، اس نیت سے کہ یہ مناسب نہیں ہے کہ یہ حضرات تین دن سے مطالبہ کر رہے ہیں، لیکن کوئی تیار نہیں ہو رہا ہے، نہ کہ تبلیغ کے کام کی نیت سے اور پھر میرے ساتھ سترہ افراد وقت لگانے کے لئے تیار ہوئے اور ہماری تشکیل جامعہ فاروقیہ ہوئی۔

جامعہ فاروقیہ میں حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب دامت برکاتہم کی زیارت ہوئی حضرت فرمانے لگے کہ: ان تین دنوں میں میری عجیب کیفیت تھی اور ہر وقت ایسا لگتا تھا جیسے میں ہوا میں اڑ رہا ہوں اور بے اختیار رونا آتا تھا، ایک دفعہ حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب نے دریافت بھی فرمایا کہ کیوں روتے ہو؟ تیسرے دن مشورہ میں میرا بیان طے ہوا، میں نے منع بھی کیا کہ مجھے بیان کرنا نہیں آتا، لیکن سارے ساتھیوں کا اصرار تھا کہ آپ ہی بیان کروگے۔ میں جب بیان کے لئے کھڑا ہوا تو ایک طرف حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب دامت برکاتہم، طلباء کو حدیث کا درس دے رہے تھے، حضرت مجھے دیکھتے ہی اپنا درس چھوڑ کر طلباء سمیت بیان میں تشریف لائے، میں سرتاپا پسینہ ہوگیا اور عجیب کیفیت ہوگئی، کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا، لیکن اللہ نے مدد فرمائی اور کچھ بات کرلی۔

حضرت فرمانے لگے کہ ہمارے ایک ساتھی بھائی شمیم صاحب تھے، حضرت مولانا احمد علی

لاہوریؒ کے مرید تھے، ان پر بہت زیادہ رقت طاری ہوتی تھی اور بے اختیار روتے تھے، بیان کے بعد انہوں نے دعا کی اور پورا مجمع ان کے ساتھ بے اختیار رو رہا تھا، مسجد میں ایک عجیب کیفیت بن گئی تھی۔

تین دن کے بعد ہماری واپسی ہوئی اور اس کے بعد عجیب کیفیت تھی، کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ آیا اس کام میں شامل ہو جاؤں یا نہیں۔ شب جمعہ کو استخارہ کا ارادہ کیا، غسل کیا اور کپڑے دھو کر صاف کپڑے پہنے اور دو رکعت نفل پڑھ کر استخارہ کی دعاء پڑھ کے سو گیا۔ خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں عشاء کی نماز کے لئے مسجد جا رہا ہوں، راستے میں میرے ماموں (مولانا نجم اللہ صاحب کے والد) ملے جو ہمارے ساتھ جماعت میں بھی تھے، ان کے پاس گاڑی تھی، مجھ سے پوچھا کہ کہاں جا رہے ہو؟ میں نے کہا: نماز کے لئے، انہوں نے کہا کہ میں نے بھی نماز نہیں پڑھی ہے، ساتھ چلتے ہیں، میں ان کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ گیا اور مسجد کی طرف روانہ ہو گئے، سامنے دیکھتے ہیں تو بیت اللہ شریف نظر آتا ہے، میں بہت خوش ہوا اور یہ خیال آیا کہ میں ۱۹۷۲ء میں حج کے لئے آیا تھا تو حج کی وجہ سے کافی رش تھا، ابھی حج کا موسم نہیں ہے، رش نہیں ہوگا تو زمزم کا پانی خود ڈول کے ذریعہ نکال کر خوب پیوں گا، اس زمانہ میں ڈول کے ذریعہ بھی زمزم کا پانی نکالا جاتا تھا، جب ہم قریب گئے تو وہاں بہت زیادہ رش تھا اور بیت اللہ کے ارد گرد بڑا مجمع تھا، میں نے پوچھا کہ یہ مجمع کیوں ہے؟ ابھی تو حج کا موسم نہیں ہے تو کسی نے کہا کہ یہ تبلیغ والوں کا اجتماع ہے، میں نے کہا کہ میرا تو ارادہ تھا کہ میں بہت زیادہ زمزم کا پانی پیوں گا، ابھی یہ لوگ یہاں جمع ہو گئے ہیں تو میں کس طرح زمزم پیوں گا؟ کسی نے کہا کہ تبلیغ والوں نے باہر زمزم کا پائپ لگایا ہے اور چار نل لگائے ہیں، آپ وہاں جا کر زمزم پی لو! میں جب وہاں آیا تو واقعی چار نل لگے ہوئے تھے اور چاروں طرف پانی بہہ رہا تھا اور اس کے قریب دو حوض بھی بنے ہوئے تھے، ایک کا پانی گدلا تھا اور ایک کا پانی صاف شفاف تھا، میں نے دریافت کیا کہ یہ دو حوض کس لئے ہیں؟ تو بتایا گیا کہ جس حوض کا پانی گدلا ہے، اس میں لوگ آ کر صفائی حاصل کرتے ہیں اور پھر اس کے بعد شفاف پانی والے حوض میں چلے جاتے ہیں، ہم نے زمزم کا پانی پیا، اس کے بعد بیداری ہوئی۔

حضرت فرمانے لگے کہ: اس خواب کی تعبیر یہ ذہن میں آئی کہ بیت اللہ میں تبلیغ والوں کا اجتماع اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ دعوت کا کام حضور ﷺ نے یہاں سے شروع فرمایا تھا اور باہر زمزم کے پانی کے چار نلوں کا ہونا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس کام کا فیض چاروں طرف پورے عالم میں پھیلے گا اور دو حوض ایک کا پانی گدلا اور ایک کا پانی صاف شفاف اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جو شخص اس کام میں لگے گا تو گناہوں کا سارا میل کچیل اتر جائے گا اور صاف شفاف ہو جائے گا۔

اس کے بعد حضرت نے فرمایا کہ کچھ عرصہ بعد میں نے ایک دوسرا خواب دیکھا۔ خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں نماز کے لئے مسجد جارہا ہوں، جب مسجد پہنچتا ہوتو وہاں بہت زیادہ رش ہوتا ہے، پوری مسجد بھری ہوئی ہے، باہر سڑک اور فٹ پاتھ پر بھی لوگ ہیں، پتہ چلتا ہے کہ حضور ﷺ تشریف لائے ہیں اور حضور ﷺ خود ہی نماز پڑھائیں گے، نماز ہوئی، اس کے بعد اعلان ہوا کہ ابھی حضور ﷺ کا بیان ہوگا میں مسجد کے اندر جانے لگا تو ایک صاحب نے کہا کہ آپ یہیں بیٹھ کر بیان سنیں، اندر نہ جائیں، ابھی انتشار ہوگا۔ میں نے کہا کہ میں تو اندر جا کر سنوں گا، حضور ﷺ کی زیارت کے بغیر تو مجھے بیان سننے میں مزہ نہیں آئے گا تو ان صاحب نے اجازت دی اور کہا کہ آپ اکیلے ہی اندر چلے جاؤ، میں اندر گیا، حضور ﷺ کے پُرانور چہرہ کی زیارت ہوئی اور آپ کی داڑھی مبارک کے بال ایسے چمک رہے تھے جیسے سیم وزر کی تاریں چمکتی ہوں ۔ حضور ﷺ بیان فرمارہے ہیں اور تبلیغی کام کے بارے میں ارشادات اور ہدایات فرمارہے ہیں پھر آخر میں فرمایا کہ آپ کو اس کام میں ایسی جگہ جانا ہو، جہاں پانی نہ ہوتو تیمّم کرنا اور پھر حضور ﷺ نے عملی طور پر تیمّم کا طریقہ بھی سکھلایا، لیکن اس میں حضور ﷺ نے دونوں پاؤں پر بھی تیمّم کر کے دکھلایا، میرے برابر میں دو عالم حضرات بیٹھے تھے، انہوں نے کہا کہ ہم نے تیمّم کا جو طریقہ کتابوں میں پڑھا ہے اس میں تو پاؤں کا تیمّم نہیں ہے؟ تو میں ان سے کہا کہ ہمارے پڑھنے کا اعتبار نہیں ہے، جو صاحب شریعت فرمارہے ہیں اس کا اعتبار ہے۔ بیان ختم ہونے کے بعد ہم نے حضور ﷺ سے مصافحہ فرمایا، آپ ﷺ باہر تشریف لائے اور معمولی سواری پر بیٹھ کر تشریف لے گئے اس کے بعد بیداری ہوئی۔

حضرت نے یہ خواب سنانے کے بعد فرمایا کہ: حضور ﷺ کا پاؤں پر تیمّم کرنا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس کام میں لگنے سے گناہوں سے پاکی حاصل ہوتی ہے، جس طرح تیمّم پاکی کا ذریعہ ہے۔

اس کے بعد حضرت دامت برکاتہم نے اپنی ایک تشکیل کی کارگزاری سنائی کہ ہم NED کالج کے ہاسٹل میں گشت کرنے گئے، ایک کمرے کا دروازہ کھٹکھٹایا، ایک نوجوان نے دروازہ کھولا اور کہنے لگا کہ تم تبلیغ والے کسی کو معاف نہیں کرتے ہو۔ میرا کل پرچہ ہے، مجھے تیاری کرنی ہے، میں آپ لوگوں کو وقت نہیں دے سکتا ہوں، حضرت فرمانے لگے کہ میں نے اس سے کہا کہ ہم آپ کا زیادہ وقت نہیں لیں گے، وہ دس منٹ وقت دینے پر خوشی سے راضی ہوا، میں نے اس سے کہا کہ ہم صرف پانچ منٹ بات کریں گے، اس سے پانچ منٹ بات ہوئی کہ آپ امتحان کے بعد کچھ وقت لگالیں، اس نے کہا کہ بہت مشکل ہے، میں تین سال سے اپنے علاقہ کوئٹہ نہیں گیا ہوں، اس سال میں نے ارادہ کیا ہے کہ میں ضرور کوئٹہ جاؤں گا۔ میں نے اصرار کیا کہ اس سال وقت لگالو، اگلے سال پھر اپنے علاقہ چلے جاؤ، لیکن وہ بظاہر اس بات پر راضی نہیں ہوا، بات کرنے کے بعد ہم پھر چلے گئے۔

کچھ عرصہ بعد ہماری تشکیل کورنگی ہوئی، وہاں ایک مسجد گئے تو ایک خوبصورت باشرع نوجوان نے نماز کے بعد تعلیم کرائی، تعلیم کے بعد وہ مجھ سے ملا، میں نے کہا کہ میں نے آپ کو نہیں پہچانا، اس نے کہا کہ میں وہی لڑکا ہوں جس کو آپ نے کہا تھا کہ اس سال اپنے علاقہ نہیں جاؤ اور کچھ وقت لگالو، اس وقت تو میں تیار نہیں ہوا تھا، لیکن بعد میں میرے دل میں بات آئی اور میں کوئٹہ جانے کے بجائے جماعت میں چلا گیا اور داڑھی بھی رکھ لی ہے اور ابھی میں جماعت میں چل رہا ہوں، اس کے بعد حضرت نے دوسری کارگزاری سنائی کہ اسی کالج میں ایک سیاسی جماعت کا لیڈر بھی تھا، وہ تبلیغی جماعت والوں کو بہت تنگ کرتا تھا اور ان پر اعتراضات کرتا اور ان سے بے جا سوالات کرتا تھا، جماعت والوں نے مجھ سے کہا کہ اس شخص سے آپ بات کرلیں اور آپ ان کے اعتراضات کا جواب دے سکتے ہیں۔ میں نے کہا کہ مجھے خود کچھ نہیں آتا ہے کہ میں اس کے اعتراضات کا جواب دوں، اللہ جو بات دل میں ڈالے وہ اس سے کرلیں گے۔ دو ساتھیوں کو ذکر میں بٹھایا اور اس سے بات شروع کی، اس شخص نے اعتراضات شروع کردیئے، سب سے بڑا اعتراض یہ تھا کہ تبلیغ والے صرف اسی کام کو کام سمجھتے ہیں، باقی کاموں کو دین کا کام نہیں سمجھتے ہیں۔ میں نے اس سے کہا کہ ایسی بات نہیں ہے کہ یہی صرف دین کا کام ہے، باقی بھی جتنے کام اور محنتیں دین کی ہورہی ہیں وہ بھی ہیں، البتہ دنیا میں اصول اور تجربہ یہ ہے کہ انسان کسی کام میں اس وقت تک صحیح طور پر کامیاب نہیں ہوسکتا ہے جب تک وہ انسان اس کام کو اپنے اوپر سوار اور غالب نہ کرے، تبلیغ والوں نے اس کام کو اپنے اوپر سوار اور غالب کیا ہے کہ یہی ہمیں کرنا ہے، اس وجہ سے وہ اس میں کامیاب ہیں، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ باقی دین کے کاموں کو دین کا کام نہیں سمجھتے ہیں، اس کے بعد یہ صاحب وقت لگانے کے لئے تیار ہوئے اور بعد میں مستقل تبلیغی جماعت کے ساتھ جڑے رہے۔

حضرت دامت برکاتہم نے یہ چند واقعات سنائے اور بھی کئی باتیں فرمائیں اور فرمایا کہ ان کے سنانے سے میرا مقصود اس کام کی حقیقت کو بتلانا ہے کہ یہ دنیا میں دین کے پھیلانے کا ایک اچھا راستہ ہے، آخر میں مجلس برخاست ہوئی اور حضرت نے دعا فرمائی۔

☆☆....☆☆